نئے سال کے آغاز پر جو کیم جنوری سے شروع ہوتا ہے دنیا والے کیا کچھ نہیں کرتے۔ مغربی ممالک میں یا ترقی یافتہ ممالک میں خاص طور پر اور باقی دنیا میں بھی 31 دسمبر اور کیم جنوری کی درمیانی رات کو کیا کچھ شور و غل نہیں ہوتا۔ آدھی رات تک خاص طور پر جاگا جاتا ہے بلکہ ساری ساری رات صرف شور شرابے کے لئے، شراب کباب کے لئے، ناچ گانے کے لئے جاگتے ہیں۔ گویا گزشتہ سال کا اختتام بھی لغویات اور بیہودگیوں کے ساتھ ہوتا ہے اور نئے سال کا آغاز بھی لغویات کے ساتھ ہوتا ہے۔ دنیا کی اکثریت کی دین کی آنکھ تو اندھی ہو چکی ہے اس لئے ان کی نظر تو وہاں تک پہنچ نہیں سکتی جہاں مومن کی نظر پہنچتی ہے اور پہنچنی چاہئے۔ ایک مومن کی شان تو یہ ہے کہ نہ صرف ان لغویات سے بچے اور بیزاری کا اظہار کرے بلکہ اپنا جائزہ لے اور غور کرے کہ اس کی زندگی میں ایک سال آیا اور گزر گیا۔ اس میں وہ ہمیں کیا دے کر گیا اور کیا لے کر گیا۔ ہم نے اس سال میں کیا کھویا اور کیا پایا۔ ایک مومن نے دنیاوی لحاظ سے دیکھنا ہے کہ اس سال میں اس نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ اس کی دنیاوی حالت میں کیا بہتری پیدا ہوئی یا دینی لحاظ سے اور روحانی لحاظ سے دیکھنا ہے کہ کیا کھویا اور کیا پایا اور اگر دینی اور روحانی لحاظ سے دیکھنا ہے تو کس معیار پر رکھ کر دیکھنا ہے تا کہ پتہ چلے کہ کیا کھویا اور کیا پایا

ہم سال کی آخری رات اور نئے سال کا آغاز اگر جائزے اور دعا سے کریں گے تو اپنی عاقبت سنوارنے والے ہوں گے اور اگر ہم بھی ظاہری مبارکبادوں اور دنیا داری کی باتوں سے نئے سال کا آغاز کریں گے تو ہم نے کھویا تو بہت کچھ اور پایا کچھ نہیں یا بہت تھوڑا پایا۔ اگر کمزوریاں رہ گئی ہیں اور ہمارا جائزہ ہمیں تسلی نہیں دلا رہا تو ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے کہ ہمارا آنے والا سال گزشتہ سال کی طرح روحانی کمزوری دکھانے والا سال نہ ہو۔ بلکہ ہمارا ہر قدم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اٹھنے والا قدم ہو۔ ہمارا ہر دن اُسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے والا دن ہو۔ ہمارے دن اور رات حضرت مسیح موعود سے عہد بیعت نبھانے کی طرف لے جانے والے ہوں

قرآن مجید، احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اقدس مسیح موعود کے ارشادات کے حوالہ سے ان اعلیٰ معیاروں کا تذکرہ جن پر ہمیں اپنے آپ کو پرکھنا چاہئے اور جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہم ان پر پورا اتر رہے ہیں یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم حضرت مسیح موعود کی اس نصیحت اور اس انتباہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں۔ جو عہد بیعت ہم نے کیا ہے اسے پورا کرنے والے ہوں۔ ہماری زندگیاں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے گزرنے والی ہوں۔ ہم اپنی زندگیوں کو حضرت مسیح موعود کی خواہش کے مطابق ڈھالتے ہوئے اپنی زندگی کا اچھا نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کرنے والے اور ظاہر کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے پردہ پوشی فرماتے ہوئے ہمیں انعامات سے نوازے۔ حضرت مسیح موعود کی جماعت کے لئے جو کامیابیاں مقدر ہیں وہ ہمیں دکھائے۔ نیا چڑھنے والا سال برکتوں کو لے کر آئے

خطبہ جمعہ سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 30 دسمبر 2016ء بمطابق 30 فتح 1395 ہجری شمسی بمقام بیت الفتوح لندن

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

دو دن بعد (-) نیا سال شروع ہو رہا ہے۔ ہم (-) تو قمری سال سے بھی سال شروع کرتے ہیں اور شمسی سال سے بھی۔ یہ قمری سال صرف (-) میں ہی نہیں ہے بلکہ بہت سی قوموں میں پرانے زمانے میں قمری سال سے ہی سال شروع کیا جاتا تھا۔ چینیوں میں بھی یہ رواج ہے، ہندوؤں میں بھی ہے اَور قوموں میں بھی ہے۔ بہت سے مذہبوں میں پایا جاتا ہے۔ اور (دین) سے پہلے عرب میں بھی دنوں کے حساب کے لئے قمری کیلنڈر ہی رائج تھا۔ بہرحال دنیا میں عام طور پر یہ گریگورئین کیلنڈر رائج ہے اور سب اس کو سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہر قوم اور ہر ملک نے اس کیلنڈر کو اپنے دن اور مہینوں کے حساب کے لئے اپنا لیا ہے تو اسی وجہ سے دنیا میں ہر سال ہر جگہ اس کے حساب سے کیم جنوری سے سال شروع ہوتا ہے اور 31 دسمبر کو ختم ہوتا ہے۔ بہرحال سال آتے ہیں، بارہ مہینے گزرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں چاہے قمری مہینے کے سال ہوں یا یہ جو رائج کیلنڈر ہے گریگورئین کیلنڈر اس کے سال ہوں۔ لیکن دنیا والے چاہے وہ (-) میں سے ہیں یا غیر (-) میں سے دنوں اور مہینوں اور سالوں کو دنیاوی غُل غپاڑے اور ہاؤ ہُو اور دنیاوی تسکین کے کاموں میں گزار کر بیٹھ جاتے ہیں۔

نئے سال کے آغاز پر جو کیم جنوری سے شروع ہوتا ہے دنیا والے کیا کچھ نہیں کرتے۔ مغربی ممالک میں یا ترقی یافتہ ممالک میں خاص طور پر اور باقی دنیا میں بھی 31 دسمبر اور کیم جنوری کی درمیانی رات کو کیا کچھ شور و غل نہیں ہوتا۔ آدھی رات تک خاص طور پر جاگا جاتا ہے بلکہ ساری ساری رات صرف شور شرابے کے لئے، شراب کباب کے لئے، ناچ گانے کے لئے جاگتے ہیں۔ گویا گزشتہ سال کا اختتام بھی لغویات اور بیہودگیوں کے ساتھ ہوتا ہے اور نئے سال کا آغاز بھی لغویات کے ساتھ ہوتا ہے۔ دنیا کی اکثریت کی دین کی آنکھ تو اندھی ہو چکی ہے اس لئے ان کی نظر تو وہاں تک پہنچ نہیں سکتی جہاں مومن کی نظر پہنچتی ہے اور پہنچنی چاہئے۔ ایک مومن کی شان تو یہ ہے کہ نہ صرف ان لغویات سے بچے اور بیزاری کا اظہار کرے بلکہ اپنا جائزہ لے اور غور کرے کہ اس کی زندگی میں ایک سال آیا اور گزر گیا۔ اس میں وہ ہمیں کیا دے کر گیا اور کیا لے کر گیا۔ ہم نے اس سال میں کیا کھویا اور کیا پایا۔ ایک مومن نے دنیاوی لحاظ سے دیکھنا ہے کہ اس سال میں اس نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ اس کی دنیاوی حالت میں کیا بہتری پیدا ہوئی یا دینی لحاظ سے اور روحانی لحاظ سے دیکھنا ہے کہ کیا کھویا اور کیا پایا اور اگر دینی اور روحانی لحاظ سے دیکھنا ہے تو کس معیار پر رکھ کر دیکھنا ہے تا کہ پتہ چلے کہ کیا کھویا اور کیا پایا۔

ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود اور مہدی معہود کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی جنہوں نے ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیم کا نچوڑ یا خلاصہ نکال کر رکھ دیا اور ہمیں کہا کہ تم اس معیار کو سامنے رکھو تو تمہیں پتہ چلے گا کہ تم نے اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کیا ہے یا پورا کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں؟ اس معیار کو سامنے رکھو گے تو صحیح مومن بن سکتے ہو۔ یہ شرائط ہیں ان پہ چلو گے تو صحیح طور پر اپنے ایمان کو پرکھ سکتے ہو۔ ہر احمدی سے آپ نے عہد بیعت لیا اور اس عہد بیعت میں شرائط بیعت ہمارے سامنے رکھ کر لائحہ عمل ہمیں دے دیا جس پر عمل اور اس عمل کا ہر روز ہر

ہفتے ہر مہینے اور ہر سال ایک جائزہ لینے کی ہر احمدی سے امید اور توقع بھی کی۔

پس ہم سال کی آخری رات اور نئے سال کا آغاز اگر جائزے اور دعا سے کریں گے تو اپنی عاقبت سنوارنے والے ہوں گے۔ اور اگر ہم بھی ظاہری مبارکبادوں اور دنیاداری کی باتوں سے نئے سال کا آغاز کریں گے تو ہم نے کھویا تو بہت کچھ اور پایا کچھ نہیں یا بہت تھوڑا پایا۔ اگر کمزوریاں رہ گئی ہیں اور ہمارا جائزہ ہمیں تسلی نہیں دلا رہا تو ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے کہ ہمارا آنے والا سال گزشتہ سال کی طرح روحانی کمزوری دکھانے والا سال نہ ہو۔ بلکہ ہمارا ہر قدم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اٹھنے والا قدم ہو۔ ہمارا ہر دن اُسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے والا دن ہو۔ ہمارے دن اور رات حضرت مسیح موعود سے عہد بیعت نبھانے کی طرف لے جانے والے ہوں۔ وہ عہد جو ہم سے یہ سوال کرتا ہے کہ کیا ہم نے شرک نہ کرنے کے عہد کو پورا کیا۔ بتوں اور سورج چاند کو پوجنے کا شرک نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ شرک جو اعمال میں ریاء اور دکھاوے کا شرک ہے۔ وہ شرک جو مخفی خواہشات میں مبتلا ہونے کا شرک ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 801-800۔ حدیث محمود بن لبید حدیث نمبر 24036۔ عالم الکتب بیروت 1998ء)

کیا ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارے صدقات، ہماری مالی قربانیاں، ہمارے خدمتِ خلق کے کام، ہمارا جماعت کے کاموں کے لئے وقت دینا، خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے غیر اللہ کو خوش کرنے یا دنیا دکھاوے کے لئے تو نہیں تھا۔ ہمارے دل کی چُھپی ہوئی خواہشات اللہ تعالیٰ کے مقابلے پر کھڑی تو نہیں ہوگئی تھیں۔ اس کی وضاحت حضرت مسیح موعود نے اس طرح فرمائی ہے۔ فرمایا کہ:

''توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ منہ سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہیں اور دل میں ہزاروں بُت جمع ہوں۔ بلکہ جو شخص کسی اپنے کام اور مکر اور فریب اور تدبیر کو خدا کی سی عظمت دیتا ہے یا کسی انسان پر بھروسہ رکھتا ہے جو خدا تعالیٰ پر رکھنا چاہئے یا اپنے نفس کو وہ عظمت دیتا ہے جو خدا کو دینی چاہئے ان سب صورتوں میں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بُت پرست ہے۔''

پس اس معیار کو سامنے رکھ کر جائزے کی ضرورت ہے۔

پھر اس کے بعد یہ سوال ہے کہ کیا ہمارا سال جھوٹ سے مکمل طور پر پاک ہو کر اور کامل سچائی پر قائم رہتے ہوئے گزرا ہے؟ یعنی ایسا موقع آنے پر جب سچائی کے اظہار سے اپنا نقصان ہو رہا ہو لیکن پھر بھی سچائی کو نہ چھوڑا جائے۔

حضرت مسیح موعود نے اس کا معیار یہ مقرر فرمایا ہے کہ: ''جب تک انسان اُن نفسانی اغراض سے علیحدہ نہ ہو جو راست گوئی سے روک دیتے ہیں تب تک حقیقی طور پر راست گو نہیں ٹھہر سکتا''۔ فرمایا ''سچ کے بولنے کا بڑا بھاری محل اور موقع وہی ہے جس میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا اندیشہ ہو''

پھر یہ سوال ہے۔ کیا ہم نے اپنے آپ کو ایسی تقریبوں سے دُور رکھا ہے جن سے گندے خیالات دل میں پیدا ہو سکتے ہوں۔ یعنی آجکل اس زمانے میں ٹی وی ہے، انٹرنیٹ ہے۔ یا اس قسم کی چیزیں اور ان پر ایسے پروگرام جو خیالات کے گندہ ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں کیا ان سے ہم نے اپنے آپ کو بچایا؟ اگر ہم ان ذریعوں سے گندی فلمیں اور پروگرام دیکھ رہے ہیں تو ہم عہد بیعت سے دُور ہٹ گئے ہیں اور ہماری حالت قابلِ فکر ہے کیونکہ یہ باتیں ایک قسم کے زنا کی طرف لے جاتی ہیں۔

پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے بدنظری سے اپنے آپ کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے اور کر رہے ہیں؟ کیونکہ بدنظری کا جہاں تک سوال ہے۔ اس میں یہ جو حکم ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھو اور غضِ بصر سے کام لو، یہ عورتوں اور مَردوں دونوں کے لئے ہے کیونکہ کھلی نظر سے دیکھنے سے (بدنظری کے) امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔

پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے فسق و فجور کی ہر بات سے اس سال میں بچنے کی کوشش کی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن سے گالی گلوچ کرنا فسق ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 153 مسند عبداللہ بن مسعود حدیث نمبر 4178 عالم الکتب بیروت 1998ء)

سختی سے، لڑائی سے، جب لڑائی جھگڑا ہوتا ہے اس وقت آدمی سخت الفاظ بھی کہہ دیتا ہے اور برے الفاظ بھی کہہ دیتا ہے اور ایک مومن دوسرے مومن سے جب یہ کر رہا ہو تو یہ فسق ہے بلکہ کسی سے بھی جب کر رہا ہو تو یہ فسق ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ تاجر فاجر ہوتے ہیں۔ عرض کیا گیا یہ تو حلال ہے۔ تجارت کرنا تو حلال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر جب یہ لوگ سودابازی کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں اور قسمیں اٹھا اٹھا کر قیمتیں بڑھاتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے شکر اور صبر نہ کرنے والوں کو بھی فاسق فرمایا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 386-385 حدیث عبدالرحمٰن بن شبل حدیث نمبر 15752-15753 عالم الکتب بیروت 1998ء)۔ پس یہ ہے گہرائی فسق سے بچنے کی۔

پھر سوال یہ ہے جو ہم نے اپنے آپ سے کرنا ہے کہ کیا ہم نے اپنے آپ کو ہر ظلم سے بچا کر رکھا ہے۔ یعنی ظلم کرنے سے بچا کے رکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کی ایک ہاتھ زمین بھی دبا لینا۔ تھوڑی سی زمین بھی کسی کی دبا لینا یا کسی کا ایک کنکر جو چھوٹا سا پتھر جو ہے، کنکری، مٹی کا ٹکڑہ، وہ بھی غلط طریق سے لینا ظلم ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فی المظالم والغضب باب اثم من ظلم شیئا من الارض حدیث 2452)

پس یہ معیار ہے جس پہ ہم نے اپنے آپ کو پرکھنا ہے۔

پھر سوال یہ کرنا ہے کہ کیا ہم نے ہر قسم کی خیانت سے اپنے آپ کو پاک رکھا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے بھی خیانت نہیں کرنی جو تم سے خیانت کرتا ہے۔ (سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی الرجل یاخذ حقہ من تحت یدہ حدیث 3534)۔ یہ ہے معیار۔

پھر ہم نے یہ سوال کرنا ہے کہ کیا ہم نے ہر قسم کے فساد سے بچنے کی کوشش کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شریر ترین لوگ فسادی ہیں اور یہ فسادی ہیں جو چغل خوری سے فساد پیدا کرتے ہیں۔ یہاں کی بات وہاں لگائی، اِدھر سے اُدھر بات پھیلائی وہ لوگ فسادی ہیں۔ جو لوگ محبت کرنے والوں کے درمیان بگاڑ پیدا کرتے ہیں وہ فسادی ہیں۔ جو فرمانبردار ہیں، اطاعت کرنے والے ہیں، نظام کی ہر بات کو ماننے والے ہیں یا دین کی ہر بات کو ماننے والے ہیں انہیں کسی غلط کام میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا گناہ میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ فسادی ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 914 حدیث اسماء بنت یزید حدیث نمبر 28153 عالم الکتب بیروت 1998ء)

پس فساد کے ہونے کا اور فساد سے بچنے کا یہ معیار ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہر قسم کے باغیانہ رویّے سے پرہیز کرنے والے ہم ہیں؟

پھر یہ سوال ہے کہ کیا ہم نفسانی جوشوں سے مغلوب تو نہیں ہو جاتے؟ آجکل کے زمانے میں جبکہ ہر طرف بے حیائی پھیلی ہوئی ہے ان نفسانی جوشوں سے بچنا بھی ایک جہاد ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہم پانچ وقت نمازوں کا التزام کرتے رہے ہیں۔ سال میں باقاعدگی سے پڑھتے رہے ہیں کہ اس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ تلقین فرمائی ہے، نصیحت فرمائی ہے بلکہ حکم دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کو چھوڑنا انسان کو شرک اور کفر کے قریب کر دیتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ حدیث 82)

پھر ہم نے یہ سوال کرنا ہے کہ کیا نماز تہجد پڑھنے کی طرف ہماری توجہ رہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارے میں ارشاد ہے کہ نماز تہجد کا التزام کرو۔ اس میں باقاعدگی پیدا کرنے کی کوشش کرو؟ یہ صالحین کا طریق ہے۔ فرمایا کہ یہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ فرمایا کہ اس کی عادت گناہوں سے روکتی

ہے۔فرمایا کہ برائیوں کوختم کرتی ہےاور جسمانی بیماریوں سے بھی بچاتی ہے۔

(سنن الترمذی کتاب الدعوات باب فی دعاء النبی ﷺ حدیث 3549)

پھر ہم نے یہ سوال کرنا ہے کہ کیا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی باقاعدہ کوشش کرتے رہے ہیں یا کرتے ہیں کہ یہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ کے خاص حکموں میں سے ایک حکم ہے اور یہ دعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ بھی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر درود کے بغیر دعائیں ہیں تو یہ زمین اور آسمان کے درمیان ٹھہر جاتی ہیں۔

(سنن الترمذی کتاب الصلاۃ ابواب الوتر باب ماجاء فی فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ حدیث 486)

اگر تم نے درود نہیں پڑھا اور تم دعائیں کر رہے ہو تو زمین سے دعائیں اٹھیں گی آسمان تک نہیں پہنچیں گی درمیان میں ٹھہر جائیں گی کیونکہ ان میں وہ طریق شامل نہیں جو اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے۔ آسمان تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ دعاؤں کے ساتھ درود بھی ہو۔

پھر سوال ہم نے یہ کرنا ہے کہ کیا ہم باقاعدگی سے استغفار کرتے رہے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص استغفار کو چمٹا رہتا ہے یعنی باقاعدگی سے کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے اور ہر مشکل سے کشائش کی راہ پیدا کر دیتا ہے اور اسے ان راہوں سے رزق عطا کرتا ہے جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔

(سنن ابی داؤد ابواب الوتر باب فی الاستغفار حدیث 1518)

پھر سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کی طرف ہماری توجہ رہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کے بغیر شروع کیا جانے والا کام ناقص رہتا ہے، بے برکت ہوتا ہے، بے اثر ہوتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ۔کتاب النکاح باب خطبۃ النکاح حدیث 1894)

پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہم اپنوں اور غیروں سب کو کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانے سے گریز کرتے رہے ہیں؟ کیا ہمارے ہاتھ اور ہماری زبانیں دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بچی رہی ہیں؟ کیا ہم عفو اور درگزر سے کام لیتے رہے ہیں؟ کیا عاجزی اور انکساری ہمارا امتیاز رہا ہے۔کیا خوشی غمی تنگی اور آسائش ہر حالت میں ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ وفا کا تعلق رکھتے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے کبھی کوئی شکوہ تو نہیں پیدا ہوا کہ میری دعائیں کیوں قبول نہیں کی گئیں یا مجھے اس تکلیف میں کیوں مبتلا کیا گیا۔اگر یہ شکوہ ہے تو کوئی انسان مومن نہیں رہ سکتا۔

پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہر قسم کی رسوم اور ہوا و ہوس کی باتوں سے ہم نے پوری طرح بچنے کی کوشش کی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رسوم اور بدعات تمہیں گمراہی کی طرف لے جاتی ہیں ان سے بچو۔ (سنن الترمذی کتاب العلم باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب البدع حدیث 2676)

پھر سوال یہ ہے کہ کیا قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور ارشادات کو ہم مکمل طور پر اختیار کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں؟

پھر یہ سوال ہے کہ کیا تکبر اور نخوت کو ہم نے مکمل طور پر چھوڑا ہے یا اس کے چھوڑنے کے لئے کوشش کی ہے کہ شرک کے بعد سب سے بڑی بلا تکبر اور نخوت ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ متکبر جنت میں داخل نہیں ہوگا اور تکبر یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کرے۔لوگوں کو ذلیل سمجھے۔ ان کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور ان سے بری طرح پیش آئے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر وبیانہ حدیث 91)

پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے خوش خلقی کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کی ہے؟ کیا ہم نے حلیمی اور مسکینی کو اپنانے کی کوشش کی ہے؟ مسکینوں کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں کتنا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ۔ مجھے مسکینی کی حالت میں موت دے اور مجھے مسکینوں کے گروہ میں ہی اٹھانا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب مجالسۃ الفقراء حدیث 4126)

پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہر دن ہمارے اندر دین میں بڑھنے اور اس کی عزت وعظمت قائم کرنے والا بنتا رہا ہے؟ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد جو ہم اکثر دہراتے ہیں صرف کھوکھلا عہد تو نہیں رہا۔

پھر سوال یہ ہے کہ کیا (دین) کی محبت میں ہم نے اس حد تک بڑھنے کی کوشش کی ہے کہ اپنے مال پر اس کو فوقیت دی۔اپنی عزت پر اس کو فوقیت دی اور اپنی اولاد سے زیادہ اسے عزیز اور پیارا سمجھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے مجھے دین اسلام دے کر بھیجا ہے اور اسلام یہ ہے کہ تم اپنی پوری ذات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دو۔دوسرے معبودوں سے دستکش ہو جاؤ۔نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔

(کنزالعمال جلد 1 صفحہ 152 کتاب الایمان والاسلام من قسم الافعال، فی فصل الثانی، فی حقیقۃ الاسلام حدیث نمبر 1378 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2004)

پھر ہم نے یہ سوال کرنا ہے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہمدردی میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنے والے ہیں یا کرتے رہے ہیں؟

پھر یہ سوال ہے کہ اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے رہے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی عیال ہے۔(المعجم الاوسط جزء4 صفحہ 153 من اسمہ محمد حدیث نمبر 5541 دار الفکر عمان 1999ء)۔پس اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اس کے عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔

پھر یہ سوال ہے کہ کیا یہ دعا کرتے رہے اور اپنے بچوں کو بھی نصیحت کرتے رہے کہ حضرت مسیح موعود کی اطاعت کے معیار ہمیشہ ہم میں قائم رہیں۔ہم ہمیشہ آپ کی اطاعت کرتے رہیں۔اعلیٰ معیاروں کے ساتھ اور اس میں بڑھتے بھی رہیں۔

پھر یہ سوال ہے کہ کیا ہم نے حضرت مسیح موعود سے تعلق اخوت اور اطاعت اس حد تک بڑھایا ہے کہ باقی تمام دنیوی رشتے اس کے سامنے ہیچ ہو جائیں، معمولی سمجھے جانے لگیں۔

پھر یہ سوال ہے کہ کیا ہم خلافت احمدیہ سے وفا اور اطاعت کے تعلق میں قائم رہنے اور بڑھنے کی دعا سال کے دوران کرتے رہے؟ کیا اپنے بچوں کو خلافت احمدیہ سے وابستہ رہنے اور وفا کا تعلق رکھنے کی طرف توجہ دلاتے رہے اور اس کے لئے دعا کرتے رہے کہ ان میں یہ توجہ پیدا ہو؟

پھر سوال یہ ہے کہ کیا خلیفۂ وقت اور جماعت کے لئے باقاعدگی سے دعا کرتے رہے؟

اگر تو اکثر سوالوں کے مثبت جواب کے ساتھ یہ سال گزرا ہے تو کچھ کمزوریاں رہنے کے باوجود ہم نے بہت کچھ پایا۔ جتنے سوال مَیں نے اٹھائے ہیں اگر زیادہ جواب نفی میں ہے تو پھر قابل فکر حالت ہے۔ہمیں اپنی حالتوں پر غور کرنا چاہئے اور اس کا مداوا اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ان راتوں میں یہ دعا کریں۔آج کی رات بھی ہے اور کل آخری رات ہے۔اور مصمم ارادہ کریں اور ایک عہد کریں اور خاص طور پر نئے سال کے آغاز میں یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری گزشتہ کوتاہیوں اور کمیوں کو معاف فرمائے اور نئے سال میں ہمیں زیادہ سے زیادہ پانے کی توفیق دے۔ہم کھونے والے نہ ہوں اور ہم ان مومنین میں شامل ہوں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں جس میں آپ نے اپنی جماعت کو نصائح فرمائیں اور ایک اشتہار کی صورت میں اسے شائع فرمایا تھا۔آپ نے فرمایا کہ:

''میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہے یا اپنے مقامات میں بُود و باش رکھتے ہیں اس وصیت کو توجہ سے سنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس

سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی ان کے نزدیک نہ آسکے۔ وہ پنجوقت نماز جماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں۔ وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بیجا حرکات سے مجتنب رہیں۔'' (ہر قسم کے گناہوں سے اپنے آپ کو بچا کے رکھیں)۔ فرمایا کہ ''اور بیجا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے''۔

فرماتے ہیں ''......تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو''۔ (صرف مومن مومن کی ہمدردی نہ کرے بلکہ تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو۔) ''اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں اور پنجوقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں اور ظلم اور تعدّی اور غبن اور رشوت اور اِتلافِ حقوق اور بیجا طرفداری سے باز رہیں۔ اور کسی بدصحبت میں نہ بیٹھیں۔ اور اگر بعد میں ثابت ہو کہ ایک شخص جو اُن کے ساتھ آمد و رفت رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے احکام کا پابند نہیں ہے......یا حقوق عباد کی کچھ پرواہ نہیں رکھتا اور یا ظالم طبع اور شریر مزاج اور بدچلن آدمی ہے اور یا یہ کہ جس شخص سے تمہیں تعلق بیعت اور ارادت ہے اس کی نسبت ناحق اور بے وجہ بدگوئی اور زبان درازی اور بدزبانی اور بہتان اور افتراء کی عادت جاری رکھ کر خدا تعالیٰ کے بندوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے تو تم پر لازم ہوگا کہ اس بدی کو اپنے درمیان سے دُور کرو اور ایسے انسان سے پرہیز کرو جو خطرناک ہے۔'' (یعنی ہر وہ شخص جو حضرت مسیح موعود کے خلاف بولتا ہے اس کی صحبت میں بیٹھنے سے، اس سے دوستی رکھنے سے، اس سے تعلق رکھنے سے بچو کیونکہ یہ بہت خطرناک چیز ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ (دعوت الی اللہ) نہیں کرنی۔ مطلب یہ ہے کہ غیروں کو تو کرنی ہے لیکن وہ لوگ جو منافق طبع ہوتے ہیں یا غلط قسم کی باتیں کرنے والے ہیں اور اس بات پر مُصر ہیں کہ حضرت مسیح موعود کو سوائے گالیوں کے اور بات ہی نہیں کرنی یا جماعت کے خلاف بولنا ہے، ان سے بچو۔ جو سعید فطرت ہیں وہ بات سنتے بھی ہیں۔)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ''اور چاہئے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو۔ اور ہر ایک کے لئے سچے ناصح بنو۔ اور چاہئے کہ شریروں اور بدمعاشوں اور مفسدوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گزر نہ ہو اور نہ تمہارے مکانوں میں رہ سکیں کہ وہ کسی وقت تمہاری ٹھوکر کا موجب ہوں گے۔'' (اگر زیادہ قریب رہیں گے تو تمہیں بھی ٹھوکر لگے گی۔) فرمایا ''یہ وہ امور اور وہ شرائط ہیں جو میں ابتدا سے کہتا چلا آیا ہوں۔ میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہوگا کہ ان تمام وصیتوں کے کاربند ہوں۔ اور چاہئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو۔ اور یاد رکھو کہ ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگذر کی عادت ڈالو۔'' (ہر جگہ مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ معاف کرنے کی عادت ڈالو۔) ''اور صبر اور حلم سے کام لو اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو اور جذبات نفس کو دبائے رکھو۔ اور اگر کوئی بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو۔'' (بحث کرنی ہے، مذہبی گفتگو کرنی ہے تو کرو لیکن مہذبانہ طریق پر) ''اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے تو سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اٹھ جاؤ۔ اگر تم ستائے جاؤ اور گالیاں دیئے جاؤ اور تمہارے حق میں بُرے بُرے لفظ کہے جائیں تو ہوشیار رہو کہ سفاہت کا سفاہت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو ورنہ تم بھی ویسے ہی ٹھہرو گے جیسا کہ وہ ہیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بناوے کہ تم تمام دنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔ سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بدنفسی کا نمونہ ہے۔ جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیزگاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہو جائے۔ کیونکہ ہمارا خدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے اور یقیناً وہ بدبختی میں مرے گا کیونکہ اس نے نیک راہ کو اختیار نہ کیا۔ سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راستباز بن جاؤ۔ تم پنجوقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے۔ اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ اس نصیحت پر قائم نہیں رہ سکے گا''۔ فرماتے ہیں کہ ''چاہئے کہ تمہارے دل فریب سے پاک اور تمہارے ہاتھ ظلم سے بَری اور تمہاری آنکھیں ناپاکی سے منزّہ ہوں۔ اور تمہارے اندر بجز راستی اور ہمدردیٔ خلائق کے اَور کچھ نہ ہو''۔ فرماتے ہیں: ''میرے دوست جو میرے پاس قادیان میں رہتے ہیں مَیں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے تمام انسانی قویٰ میں اعلیٰ نمونہ دکھائیں گے''۔ فرماتے ہیں کہ ''مَیں نہیں چاہتا کہ اس نیک جماعت میں کبھی کوئی ایسا آدمی مل کر رہے جس کے حالات مشتبہ ہوں یا جس کے چال چلن پر کسی قسم کا اعتراض ہو سکے یا اس کی طبیعت میں کسی قسم کی مفسدہ پردازی ہو یا کسی اَور قسم کی ناپاکی اس میں پائی جائے۔ لہٰذا ہم پر یہ واجب اور فرض ہوگا کہ اگر ہم کسی کی نسبت کوئی شکایت سنیں گے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فرائض کو عمداً ضائع کرتا ہے'' (جان بوجھ کر ضائع کرتا ہے) ''یا کسی ٹھٹھے اور بیہودگی کی مجلس میں بیٹھا ہے'' (مخالفین کی ایسی مجلسوں میں بیٹھتا ہے جہاں ٹھٹھا اور بیہودگی ہو رہی ہے یا ویسے ایسی مجالس ہیں جو گندی مجالس ہیں) ''یا کسی اَور قسم کی بدچلنی اس میں ہے تو وہ فی الفور اپنی جماعت سے الگ کر دیا جائے گا''۔

پھر آپ فرماتے ہیں: ''اصل بات یہ ہے کہ ایک کھیت جو محنت سے طیار کیا جاتا اور پکایا جاتا ہے اس کے ساتھ خراب بُوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جو کاٹنے اور جلانے کے لائق ہوتی ہیں۔ ایسا ہی قانون قدرت چلا آیا ہے جس سے ہماری جماعت باہر نہیں ہو سکتی۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو حقیقی طور پر میری جماعت میں داخل ہیں ان کے دل خدا تعالیٰ نے ایسے رکھے ہیں کہ وہ طبعاً بدی سے متنفر اور نیکی سے پیار کرتے ہیں اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی کا بہت اچھا نمونہ لوگوں کے لئے ظاہر کریں گے۔''

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم حضرت مسیح موعود کی اس نصیحت اور اس انتباہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں۔ جو عہد بیعت ہم نے کیا ہے اسے پورا کرنے والے ہوں۔ ہماری زندگیاں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے گزرنے والی ہوں۔ ہم اپنی زندگیوں کو حضرت مسیح موعود کی خواہش کے مطابق ڈھالتے ہوئے اپنی زندگی کا اچھا نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کرنے والے اور ظاہر کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے پردہ پوشی فرماتے ہوئے ہمیں انعامات سے نوازے۔ حضرت مسیح موعود کی جماعت کے لئے جو کامیابیاں مقدر ہیں وہ ہمیں دکھائے۔ نیا چڑھنے والا سال برکتوں کو لے کر آئے اور دشمن کے منصوبے ناکام و نامراد ہوں جن کی منصوبہ بندی میں یہ جماعت کی مخالفت میں بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ پاکستان کے احمدی جو اس سال قادیان کے جلسے پر نہیں جاسکے اور اس سے ان کو بڑا افسوس بھی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی تشنگی کو ختم کرنے کے بھی سامان پیدا فرمائے۔

الجزائر کے احمدیوں کی مشکلات بھی دور فرمائے۔ ان میں سے بھی بعضوں پر غلط مقدمے ہیں اور جیلوں میں اس وقت اَسیر بنے ہوئے ہیں۔ جیلوں میں ان کو رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بھی رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔

(مخالف) جب زیادتیوں اور ظالمانہ حرکتوں میں بڑھ رہا ہے تو ہمیں بھی اپنی حالتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالتے ہوئے دعاؤں پر زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

☆..................☆..................☆..................☆..................☆

ا-ب-ناصر

بھائی جان مکرم عبدالمجید صاحب

بھائی جان 26 نومبر 1930ء کو محلّہ دارالفضل قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا حضرت میاں فضل محمد صاحب اور نانا حضرت میاں اللہ بخش صاحب رفقاء مسیح موعود میں شامل تھے۔ آپ کا گھر بورڈنگ ہاؤس کے بالمقابل واقع تھا۔ علم پرور ماحول میں آنکھ کھولی۔ آپ کے بچپن کے بارے میں آپ سے تین سال چھوٹے بھائی مکرم عبدالباسط شاہد صاحب نے اپنی یادیں سمیٹتے ہوئے بتایا:

تین سال کی بڑائی چھٹائی کے ساتھ ہمارا بچپن ایک ساتھ گزرا۔ ہمیں اپنے اردگرد بہت سے پارسا بزرگ چہرے نظر آتے تھے جن میں ایک بڑی تعداد حضرت اقدس مسیح موعود کے رفقائے کرام کی تھی۔ متعدد بزرگ ایسے بھی تھے کہ اگرچہ اصطلاحاً یا عملاً وہ رفقاء میں سے نہیں تھے مگر ان کی نیک صورتیں اور چھوٹوں سے شفقت ایسی خوشگوار تھی کہ ہم ان کو بھی انتہائی قابل احترام بزرگ سمجھتے تھے۔ پہلے ہم دادا جان کے گھر میں رہتے تھے پھر ہمارے ابا جان نے ذاتی مکان محلّہ دارالفتوح میں بنوایا تھا اس محلے کے متعلق یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ نسبتاً نیا محلّہ تھا جسے غالباً قریبی محلوں کے پھیل جانے کی وجہ سے انتظامی لحاظ سے الگ محلّہ کا نام دیا گیا۔ یہ دارالرحمت اور دارالفضل سے متصل ہونے کی وجہ سے 'محلوں' میں شامل تھا مگر بیت اقصیٰ اور بیت مبارک کے حلقوں سے متصل ہونے کی وجہ سے 'شہر' بھی کہلاتا تھا۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ قادیان کو بالعموم دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا محلے اور شہر اس زمانے میں علمی اور ورزشی مقابلوں میں ٹیموں کی شناخت کے لئے تھے جیسے یہ شہر کی ٹیم ہے یہ محلے کی ٹیم ہے۔ بات لمبی ہو رہی ہے لیکن اس کی تاریخی اہمیت اور اس وجہ سے بھی کہ وہ لوگ جن کو قادیان جانے یا وہاں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا ان کے لئے یہ تفصیل دلچسپی کا باعث ہوگی۔ ہمارے محلے کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ بھی تھی کہ یہ اور محلوں کے برعکس سو فیصد احمدی آبادی پر مشتمل نہیں تھا ہمارے محلے میں بعض ہندو سکھ بھی رہتے تھے اور بعض 'غیر از جماعت' بھی۔ اس خصوصیت کی وجہ سے غیر احمدیوں کی چھوٹی سی جلسہ گاہ بھی اسی محلے میں تھی اور اس طرح بہت بچپن سے مختلف مذاہب کی معلومات حاصل ہونے لگیں۔

بھائی جان بہت پُرجوش کھلاڑی تھے۔ ٹیمیں بناتے میچ ڈالتے دوسرے محلوں کی ٹیموں سے ٹورنامنٹ ہوتے۔ علمی پروگراموں میں بھی پیش پیش رہتے۔ طبیعت میں جوش کی وجہ سے آگے آگے رہنے کا شوق تھا۔ آواز بلند اور لحن اچھا تھا۔ 1939ء میں صرف نو سال کی عمر میں تحریک جدید کے جلسے میں تقریر کرکے انعام حاصل کیا۔ دارالفتوح کی بیت میں اطفال کے پروگراموں میں نداء، نظم اور تقریر کے مقابلوں میں شریک ہوتے۔ ایک دفعہ محلے کے جلسے میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل کی مشہور زمانہ نعت ع

بدرگاہ ذی شان خیر الانامؐ

بہت خوش الحانی سے پڑھی جس پر محلے کے صدر صاحب نے ہم دونوں بھائیوں کو انعام دیا۔

جامعہ احمدیہ

ابا جان قادیان کے متمول تاجر تھے متعدد بار اپنا یہ ارادہ ظاہر فرماتے کہ اپنے خرچ پر بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوا کر سلسلہ کے لئے وقف کر دیں گے۔ آپ نے دونوں بھائیوں کو جامعہ احمدیہ میں داخل کرایا۔

تقسیم برصغیر کے وقت آپ جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم تھے۔ انتہائی پُر آشوب اور غیر یقینی حالات درپیش تھے۔ جماعتی ہدایت کے مطابق پہلے مستورات اور بچوں کو پاکستان بھجوانے کا فیصلہ ہوا۔ ابا جان نے محلّہ کے ایک سابق فوجی سے ان کے ٹرک میں امی جان اور بچوں کو بھجوانے کی بمشکل اجازت لی جب قادیان سے ٹرکوں کا قافلہ چلنے لگا تو ڈرائیور کے پیچھے ایک چھوٹی سی جگہ پر بھائی جان باسط کو بھی ٹکا دیا۔ اپنے خاندان کو بے سروسامانی میں رخصت کر دیا اور خود قادیان کے درویش ہوگئے۔

بڑے بھائی جان کو اس خاص موقع پر ابا جان کے ساتھ قادیان میں رہنے کا موقع ملا۔ انتہائی مخدوش حالات میں باپ بیٹے کو اپنی جان بچانے سے زیادہ دوسروں کی مدد کرنے کا خیال رہا۔ بعض غیر از جماعت مہاجرین کی خدمت اور حفاظت کی توفیق ملی۔

ایک دن تو بھائی جان کو اللہ تعالیٰ نے موت کے منہ سے بال بال بچایا گولی کان کے پاس سے نکل گئی۔ خطرناک صورت حال میں بھی ان کی خواہش تھی کہ قادیان چھوڑ کر کبھی نہیں جانا۔ کچھ دن والد صاحب کے ساتھ قادیان ٹھہرے پھر ابا جان نے انہیں لاہور بھیج دیا جسم تو بادل نخواستہ قادیان چھوڑنے پر مجبور ہوگیا مگر دل وہیں اٹکا رہا۔ تاریخ احمدیت جلد 11 ص 140 پر آپ کا ایک مکتوب درج ہے۔

''پیارے اور محترم والد صاحب! آپ ہمارا کسی قسم کا فکر نہ فرمائیں ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہاں قسم ہے مجھے ذات پاک کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ کسی طرح قادیان پہنچوں''۔

24 اخاء/اکتوبر 1326 / 1947ء

تقسیم کے وقت دونوں بھائی جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم تھے۔ بعد ازاں چنیوٹ اور پھر احمد نگر میں تعلیم جاری رہی۔ یہ بات تاریخ کا حصہ ہے کہ ہجرت کے بعد سب کی مالی حالت انتہائی کمزور تھی۔ اس کمزوری میں ہمارے خاندان پہ گزرنے والا ایک واقعہ محترم ابا جان کے ایمان افروز درویشانہ ردّ عمل کی وجہ سے تحریر میں لانا چاہتی ہوں۔ بھائی جان کی نظر میں اس کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے یہ کافی ہے کہ آپ کے کاغذات میں یہ درخواست اور اس کا جواب اصلی حالت میں محفوظ مجھ تک منتقل ہوا ہے۔ بھائی جان نے 10/جون 1948ء کو پرنسپل صاحب جامعہ احمدیہ کی خدمت میں عرضداشت لکھی کہ بوجہ عدم ادائیگی خرچ ہمارا کھانا بند کر دیا گیا ہے جس سے پڑھائی جاری رکھنا مشکل ہوگیا ہے۔ گیارہ جون کو پرنسپل صاحب کی طرف سے جواب ملا کہ ''جہاں تک مجھے یاد ہے آپ دونوں بھائیوں میں سے ایک کے وظیفہ کے لئے سفارش وظائف کمیٹی نے کی تھی مگر ابھی تک منظوری نہیں آئی اور نہ ہی اس بارے میں کوئی اطلاع آئی ہے اس لئے آپ کو اخراجات کا مناسب انتظام کرنا چاہئے بورڈنگ کے لئے توفی الحال مشکل ہے کسی سے قرض لے لیں''۔

جب اس صورتحال کی ابا جان کو اطلاع گئی کہ بچوں کا عدم ادائیگی فیس پر کھانا بند ہے اور پڑھائی جاری رکھنا مشکل ہے۔ تو آپ بیوی بچوں اور اپنی بے بسی پر نہیں بلکہ اپنی جماعت کے لئے غمزدہ ہوئے۔ بچوں کو خط لکھا:

''عزیز باسط کے وظیفہ کی فکر کیسی احمدی ہے یار کی رضا میں راضی رہے۔ یہ تو ہے بھی اللہ والا۔ اگر وظیفہ بند ہوا اس پر بھی خوش ہونا چاہئے یہ وقت تو انشاء اللہ گزر جائے گا۔ سلسلہ سے زیادہ قابل امداد اس وقت کون ہے؟ بدحالی اور بے بسی پر گھبراہٹ ایک احمدی کو تو ہو ہی نہیں سکتی۔ جب تک مٹی کا برتن آگ میں نہ جلے پانی لے کر دوسرے کو فیض نہیں پہنچا سکتا اسی طرح انسان مشکلات سے نہ گزرے تو نہ خود کھڑا رہ سکتا ہے نہ زندہ اور باقی رہ سکتا ہے اور نہ دوسروں کو فیض پہنچا سکتا ہے۔ سو وہ اگر معرفت اور قرب اور عرفان چاہتا ہے تو اس راستہ پر متبسم ہوکر چلے کہ شکل مشتبہ دیکھ کر وہ راستہ الگ نہ کر دے''۔

اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ دونوں بھائیوں نے مشکلات کے باوجود ثابت قدمی سے تعلیم جاری رکھی۔ اس دوران آپ کو فرقان فورس میں خدمات کا موقع ملا۔ بھائی جان اس کے پہلے گروپ میں 23 جون 1948ء کو بھرتی ہوئے۔ مجاہد نمبر 5047 تھا۔ آپ کشمیر میں تھے۔ جب مولوی فاضل کے امتحان کے لئے واپس بلائے گئے۔

مولوی فاضل

22 ستمبر کو واپس آئے۔ ایسے حالات میں جبکہ بے سروسامانی کی وجہ سے نہ کتب بھی میسر تھیں نہ پڑھنے کا وقت ملا تھا۔ امتحان میں شامل ہوئے اور اعلیٰ کامیابی حاصل کی الفضل (لاہور) ستمبر 1950ء میں نتیجہ کا اعلان شائع ہوا۔ آپ کو صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب، محترم میر محمود احمد ناصر صاحب، محترم مسعود احمد صاحب اور محترم شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی جیسے صاحبان علم کے ہم جماعت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ نتیجہ اتنا خوشکن تھا کہ اس پر ایک تبصرہ الفضل میں 'حضرت اقدس مسیح موعود کا علمی کارنامہ' کے عنوان سے نوٹ کے ساتھ شائع ہوا۔

آپ نے تلاش معاش کے سلسلے میں حیدر آباد سندھ کا رُخ کیا اور وہیں کے ہو رہے۔ اس طرح ہمارے خاندان کا ایک تعلق حیدر آباد سے جڑا رہا۔ وہاں 1953ء میں مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کی توفیق پائی۔ چند سال قائد خدام الاحمدیہ رہے۔

1955ء میں ربوہ میں محترمہ منصورہ فردوس صاحبہ (شادی سے پہلے آپ کا نام شریفہ بی بی صاحبہ تھا) بنت محترم منشی سبحان علی صاحب سے شادی ہوئی موصوفہ بہت سادہ مزاج دعا گو خاتون تھیں۔ آپ کا قبولیت دعا کا ایک واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اپنے ایک خطاب میں سنایا جو الفضل 19 مئی 2007ء ص 3 پر درج ہے۔

بھائی جان کے وجود کا خمیر قادیان کی پاک مٹی سے اٹھا تھا آپ کے ہر رگ و ریشے میں اس کی خوشبو کچھ اس طرح رچی بسی تھی کہ شہر شہر ملک ملک جہاں بھی قسمت آپ کو لے گئی اسی خوشبو سے پہچانے جاتے۔ وہ ان بزرگوں میں سے تھے جو اقدار و روایات میں تبدیلیوں کو قبول کرنے میں زیادہ احتیاط پر اصرار کرتے ہیں۔ دراصل آپ قادیان کے ماحول میں ہی زندہ رہے۔ اور اسی کو زندہ رکھنا چاہتے تھے۔ آپ قادیان دارالامان کے تاریخی واقعات بزرگوں اور گلی محلوں کی باتیں مزے لے لے کر سناتے اور شائقین خوب لطف لیتے۔ اب ایسے چشم دید واقعات سنانے والے بھی کم ہی رہ گئے ہیں۔

بھائی جان کے ذکر خیر میں ان کی خوبیوں میں سرفہرست ان کے پیار محبت' تعلقات' اور رابطوں کے دائروں کی وسعت ہے۔ پہلے نمبر پر والدین کی محبت اور اکرام تھا خصوصی طور پر امی جان کے ذکر پر آپ جذباتی ہو جاتے ان کی پارسائی' صبر و شکر جیسی خوبیاں کمال محبت اور اشتیاق سے گلوگیر آواز میں بیان کرتے۔ ددھیال ننھیال دوستوں عزیزوں کے سب خاندانوں بلکہ جہاں جہاں ملازمت یا کاروبار کیا ان کو بھی غرضیکہ قریب دور کے سب عزیزوں کو یاد رکھتے ان سب کا حال احوال دریافت کرکے دیگر متعلقین کو باخبر رکھتے۔ خوشی غمی میں اول وقت شریک ہوتے۔ خود پہنچ کر یا خط اور فون کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کرتے۔ جب ای میل کی سہولت میسر آئی تو اس سے خوب فائدہ اٹھایا۔ آپ کا ای میل ایڈریس ابن درویش تھا۔ آپ کو یادگار دن اہم تاریخیں فون نمبر اور ایڈریس یاد رہتے ہمیں جب ضرورت ہوتی آپ سے پوچھ لیتے۔ قرآن

کریم کی بہت سی سورتیں اور دعائیں یاد تھیں۔ خلیفہ وقت سے مثالی محبت کرتے تھے۔

اباجان کے قادیان میں رہنے کی وجہ سے امی جان کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں معاونت کرتے۔ عمر میں بڑے ہونے کے باوجود چھوٹے بھائی، بہنوں سے بہت عزت سے بات کرتے۔ بھائی جان عبد الباسط صاحب شاہد کا مربی سلسلہ ہونے کی وجہ سے بہت احترام کرتے۔ نام لے کر مخاطب یا ذکر کرنے کی بجائے نام کے ساتھ بہن، باجی، آپا کا اضافہ کر لیتے۔ بڑے اچھے ادبی ذوق کے مالک تھے۔ حافظہ اچھا تھا بے شمار معیاری اور خوبصورت اشعار یاد تھے۔ جنہیں گفتگو میں برجستہ اور برمحل استعمال کرتے۔ لکھائی بہت اچھی اور تحریر میں پختگی تھی۔ بڑے بھائی جان جہاں بھی رہے اپنے انداز میں دعوت الی اللہ کرتے رہے۔ معلومات کا دائرہ بہت وسیع تھا سلسلے کے لٹریچر کے ساتھ حالات حاضرہ سے بھی باخبر رہتے۔ خاص طور پر الفضل سے بہت محبت تھی ان کا خریداری نمبر جہاں تک مجھے یاد ہے 123 تھا حیدرآباد کے قیام میں مسلسل اخبار کے خریدار رہے پھر امریکہ میں بھی لگوالیا اور اپنے خریداری نمبر کے جاری رہنے پر اصرار کیا پڑھنے کا اس قدر اہتمام کرتے کہ اگر کوئی اخبار موصول نہ ہوتا تو دفتر والوں سے خط و کتابت کرتے۔ انٹرنیٹ پر پڑھنے کا ان کو لطف نہ آتا تھا۔ اخبار سنبھال کر رکھتے اور اس کی قدر کرنے کی تلقین کرتے۔

والد صاحب کی خدمت

1979ء میں ہمارے اباجان قادیان میں شدید بیمار ہوگئے۔ گکھڑ ہسپتال میں داخل رہے۔ آپ کی خدمت کے لئے کئی افراد قادیان گئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ مگر نسبتاً طویل عرصہ خدمت کی سعادت بھائی جان کے حصے میں آئی۔ زندگی کے آخری ایام میں اباجان کی حالت ایک بچے کی سی ہوگئی تھی بھائی جان اپنے ہاتھ سے سارے کام کرتے اور ساتھ ساتھ خاندان والوں کو حالت کی خبر دینے کے لئے خطوط لکھتے۔ وہاں زیادہ دیر ٹھہرنا کئی وجوہات سے مشکل تھا بھائی جان کو واپس آنا تھا مگر اباجان جو اپنی حالت سمجھتے تھے کہ شام گہری ہوگئی ہے قادیان سے دور جانا پسند نہ کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ درویش باہر جا کر وفات پا جائے تو واپس قادیان لانا بہت مشکل ہوگا بھائی جان نے پکے وعدے کئے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے ضرور قادیان واپس لائیں گے۔ بڑی مشکل سے قادیان چھوڑنے پر راضی ہوئے۔ بھائی جان بتاتے تھے کہ اباجان بہت کمزور تھے ٹرین کا سفر لمبا تھا۔ چھوٹے بھائی عبدالسلام کے ساتھ سفر میں خیال رکھنے کی توفیق ملی۔ ٹرین حیدرآباد رکی تو اباجان کو اتارنا مشکل ہو رہا تھا۔ آپ نے فوراً اباجان کو کندھوں پر اٹھا کر گاڑی سے اتارا۔ اس خدمت پر اباجان نے آپ کو بہت دعائیں دیں۔ ان دلی دعاؤں پر وہ ساری عمر اللہ تعالیٰ کا بے ساختہ بے حد شکر کرتے تھے۔ 1980ء میں اباجان چھ اور سات فروری کی درمیانی رات ربوہ میں وفات پاگئے۔ آپ کا جسد خاکی بہشتی مقبرہ قادیان کی پاک مٹی میں پہنچانے کا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے سامان کیا۔ تدفین کے بعد بھائی جان کو کچھ عرصہ قادیان ٹھہرنے اور درویش کے اثاثہ ان گنت کتابوں کو لائبریری اور قدر کرنے والوں تک پہنچانے کی توفیق ملی۔ خدمت کی یہ سعادت حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سے دعاؤں کی نعمت کے حصول کا موجب بنی۔

آپ نے امریکہ آنے کا فیصلہ چھوٹے بیٹے فخر احمد اور بیٹی حسنیٰ کے اصرار پر کیا۔ کچھ عرصہ بیٹے کے ساتھ رہنے کے بعد آپ نے علیحدہ رہائش کا انتظام کیا۔ سلیقے سے گھر سیٹ کیا۔ اپنا سب کام خود کرتے اور اس میں مطمئن رہتے۔ ایک سکول میں آسان سا جاب مل گیا تھا تنخواہ کے ساتھ ساتھ سٹاف اور بچوں کی مسکراہٹیں اضافی خوشی کا سامان بنیں۔ کمپیوٹر دنیا کی خبروں اور رابطوں کے لئے کافی تھا۔ سب بہن بھائیوں سے رابطہ رکھتے تاہم مجھے آپ کی خصوصی محبت حاصل تھی۔ ہمارے بہت سے موضوعات مشترک تھے جن پر کھل کر باتیں ہوتیں نظموں پر داد، دعا اور تبصرہ ملتا۔ ایک نظم پر داد کا انداز آج بھی رلا دیتا ہے۔ بیت الہدیٰ آسٹریلیا کے افتتاح پر ایک نظم الفضل ربوہ میں شائع ہوئی بھائی جان کا فون آیا اٹھایا تو بڑی پُرسوز آواز میں نظم ترنم سے سنائی۔ ؎

میں نے جب بھی اٹھائے ہیں دست دعا
دل کی آنکھوں سے دیکھا عجب ماجرا
میں نے دیکھی ہے ...... بیت الہدیٰ
میں نے چوما ہے اس کے در و بام کو

لجنہ کراچی کی طرف سے جو اشاعت کتب کی ذمہ داری خاکسار پر تھی اس میں بہت دلچسپی لیتے۔ ایک جملہ متعدد بار کہا کہ اباجان حیات ہوتے تو اس کام سے بہت خوش ہوتے۔ ایک دن مجھ سے پوچھا کہ جو کتاب اپنے بزرگوں پر مرتب کر رہی ہو اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے بتایا کہ حضرت دادا جان کے نام سے 'فضل' اور حضرت دادی جان کے نام سے 'برکت' لے کر 'فضل و برکت' سوچا ہے۔ آپ نے کہا یہ فضل و برکت ان کو کس کے طفیل ملی تھی اس کا ذکر بھی ہونا چاہئے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔ ؎

جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

اور ہمیں کتاب کا نام مل گیا 'زندہ درخت'۔ لجنہ کراچی کی یہ پہلی کتاب ہے جو قادیان سے شائع ہوئی اس کی اشاعت اور وہاں سے منگوانے کا خرچ بہت زیادہ تھا میں شکرگزار ہوں کہ آپ نے یہ سارا خرچ ادا کیا بلکہ اس کے بعد چھپنے والی چھوٹے بھائی جان کی کتاب 'قدرت ثانیہ کا دور اول' کا خرچ بھی ادا کیا۔ نیز فرمایا کہ ان کی آمد سے جو بھی حاصل ہو وہ اگلی کتاب حضرت اقدس کی فارسی درثمین پر لگا دینا۔ اللہ تبارک تعالیٰ اپنی رحمت و مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے۔ آمین

ایک دن یہ دل خراش خبر دی کہ معمول کے چیک اپ کے لئے گئے تھے ڈاکٹر نے کچھ ٹیسٹ کروائے اور کینسر تشخیص کیا ہے اور بتایا ہے کہ زیادہ سے زیادہ چھ مہینے اور جینا ہے۔ وہ جاندار آواز کمزور ہوتے ہوتے معدوم ہوگئی 12 فروری 2013ء کو میرا پیارا بھائی موت کے دھندلکوں میں کھو گیا ایک باب ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ ایک وجود جس سے اباجان کی خوشبو آتی تھی ہم سے بچھڑ گیا۔ ؎

ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلاء ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو

حضور اقدس نے 14 مارچ کو آپ کا جنازہ غائب پڑھایا۔

آسٹن امریکہ میں بھی آپ کا حلقہ احباب آپ کو یاد کرتا ہے۔ محترم لطف الرحمٰن محمود صاحب نے بھائی جان کے ذکر خیر میں ایک بہت اچھا مضمون لکھا جو النور امریکہ کے اگست، ستمبر 2013ء کے ایشو میں شائع ہوا۔

مرحوم بھائی جان کے خدا تعالیٰ کے فضل سے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ان میں سے دو بچوں کو حفظ قرآن کی توفیق ملی ہے۔ سب خدا تعالیٰ کے فضل سے صاحب اولاد ہیں۔ جماعت اور خلافت سے بہت خلوص کا تعلق ہے۔

اردو ہے میرا نام میں خسرو کی پہیلی

اردو ہے میرا نام میں خسرو کی پہیلی
میں میر کی ہم راز ہوں غالب کی سہیلی

دکن کے ولی نے مجھے گودی میں کھلایا
سودا کے قصیدوں نے میرا حسن بڑھایا
ہے میر کی عظمت کہ مجھے چلنا سکھایا
میں داغ کے آنگن میں کھلی بن کے چنبیلی

غالب نے بلندی کا سفر مجھ کو سکھایا
حالی نے مروت کا سبق یاد دلایا
اقبال نے آئینہ حق مجھ کو دکھایا
مومن نے سجائی میرے خوابوں کی حویلی

ہے ذوق کی عظمت کہ دیئے مجھ کو سہارے
چکبست کی اُلفت نے میرے خواب سوارے
فانی نے سجائے میری پلکوں پہ ستارے
اکبر نے رچائی میری بے رنگ ہتھیلی

کیوں مجھ کو بناتے ہو تعصب کا نشانہ
میں نے کبھی خود کو مسلماں نہیں مانا
دیکھا تھا کبھی میں نے بھی خوشیوں کا زمانہ
اپنے ہی وطن میں ہوں مگر آج اکیلی